نظرات

آج جبکہ دنیا اکیسویں صدی میں قدم رکھنے کے لئے تیار کھڑی ہے اور انسانیت عظم
حق، مظلوموں کے ساتھ ہمدردی و رواداری اور محبت کا طور طریقہ سکھاتی رہی ہے ایسے
وقت میں ہمارے سامنے کوئی مثال اور واقعہ نہیں ہے، ایسی ناانصافی، ہٹ دھرمی کا جو
سن ۱۹۸۶ء میں دیکھنے میں آیا، ایک معمولی سی عرض داشت پر بابری مسجد پر عدالت کا برسوں
سے لگا تالا۔ آناً فاناً کسی ایک فریق کے حق میں کھولنے کا حکم صادر فرما دیا گیا۔ باوجود اس
کہ مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہے اور دونوں فریق عدالت میں مقدمہ کی موجودگی
اپنے اپنے حق کے لئے آس لگائے مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں۔ آخر قانون اور حکومت بھی تو کوئی
چیز ہے۔ ہر شخص کو قانون اور حکومت پر اعتماد و بھروسہ اور یقین ہو جانا چاہئے۔

لیکن معاف کیجئے اس وقت تو قانون، انصاف اور حکومت کے لغوی معنی
بدل دیئے گئے، اکثریت کا زعم، تکبر و غرور گھمنڈ ان سب چیزوں نے اعتماد کی ردا اور ظلم
کی بے کسی و بے بسی لا لاچاری اس کے آگے سسکتی رہی۔ اب اس کی اہمیت و وقعت ہم
کی نظر میں کیا بچی ہے گئی ہے۔ دنیا کے انصاف پسند اور قانون داں سب مل کر اچھی
باتیں، باتیں کریں، کرتے رہے، اب اس کی پرواہ ہی کون کرتا ہے۔ طاقت سب
کوئی کم چیز ہے جس کے آگے ایسی باتوں کی پابندی کی اپنے دل ہی میں کوئی ... سی ...

[illegible]

ہر سال [illegible] ہو کر رہتی ہے۔ یاد کیجیے ۱۹۴۹ کی ایک تاریخی مسجد
[illegible] نماز [illegible] کے اندر [illegible] رکھ دیے گئے تھے اور بعض
[illegible] کی جگہ پر چند مورتیاں رکھ دی جاتی ہیں پولیس آتی ہے اور پھر مسجد میں تالا لگا
دیا جاتا ہے مسجد میں نماز پڑھنے پر پابندی لگ جاتی ہے اور مورتیاں مسجد میں
پڑی کی پڑی ہوتی ہیں۔ زور زبردستی سے۔ اس کی نہ کوئی بازپرس، نہ پکڑ دھکڑ
[illegible] عدالت میں [illegible] دعویٰ لکھا۔ مسجد میں زبردستی گھسنے اور زور زبردستی
کے ساتھ اس کے اندر مورتیاں رکھنے کے جرم کے مرتکب لوگوں کو پکڑ کر جیل میں ٹھونسنے
کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ مقدمہ عدالت میں دائر کیا جاتا ہے۔ نمازیوں کے پاس اس
کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں۔ وہ اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں قناعت
کرتے ہیں۔ برسوں بیت گئے۔ اور پھر طاقت و اکثریت کے زعم کا کلہاڑا پڑ [illegible]
[illegible] بابری مسجد کا تالا مورتی رکھنے والوں کے حق میں کھل جاتا ہے۔ ظاہر ہے [illegible]
کی اس سے بڑی فتح اور کیا ہوگی۔ خوب جشن منائے جاتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی [illegible]
پر اس فتح یابی کی جھلکیاں دکھائی جاتی ہیں۔ سڑکوں، گلیوں، کوچوں، [illegible]
چراغاں ہوتا ہے۔ گانے ہوتے ہیں۔ آتش بازیاں چھوڑی جاتی ہیں۔ اور نماز پڑھنے والے
سب حسرت و یاس کی تصویر بنے دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی بھی تو ایسے زخموں پر مرہم
رکھنے کے لیے آمادہ ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ حکومت اور بڑے بڑے [illegible] ایسے
جیسے سب کچھ ان کی مرضی و منشاء سے ہو رہا ہے۔ ہاں مظلوم بے چاروں [illegible]
[illegible] میٹھی میٹھی اور چکنی چپڑی باتیں خوب ہیں۔ جس سے ان کو [illegible] خود [illegible]
[illegible] دیا جاتا ہے

اسی پر بس ہوتا تو تب بھی غنیمت ہی سمجھا جاتا۔ لیکن اس کے بعد بابری مسجد کو ڈھانے وہاں کی جگہ پر رام جنم بھومی مندر بنانے کے پروگرام کا اعلان ہوتا ہے کروڑوں روپے کے چندے ہوتے ہیں جگہ جگہ "رام شیلا" پوجن کے نام پر جلوس نکلتے ہیں، انتہائی اشتعال انگیز نعرے لگائے جاتے ہیں۔ بابری مسجد کی فریاد کرنے والوں پر ظلم و ستم توڑے جاتے ہیں اس کے تصور ہی سے جسم میں کپکپی سی دوڑ جاتی ہے فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں پولس اور پی، اے، سی، کے ذریعہ کرفیو کے سائے میں ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا ہے۔ ہزاروں انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں۔ ماں کے سامنے بیٹیوں کو، بیوی کے سامنے شوہر کو، بہن کے سامنے بھائی کو، باپ کے سامنے بیٹے کو جان سے مار دیا جاتا ہے۔ بچوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب سن کر ہی انسان کے ہوش و حواس باختہ ہو جاتے ہیں، اگر کوئی اسے دیکھ لے تو انسانیت کا درد رکھنے والا کوئی بھی انسان زندہ رہنا ہی انسانیت کی تذلیل سمجھے گا۔ اندور، میرٹھ، بارہ بنکی، بدایوں، بھاگلپور اور دیگر چھوٹی بڑی جگہوں کے فرقہ وارانہ فسادات سب کے سامنے ہیں۔ ان میں ایک ہی فرقہ کے عورتوں بچوں، بوڑھوں پر یکطرفہ جس طرح حکومت کی مشینری نے ظلم و ستم کرنے پر کوئی کسر نہ اٹھا رکھی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حفاظت کرنے پر متعین سرکاری مشینری ہی نے مظلوموں و بے کسوں کی حفاظت کی بجائے ان کا خاتمہ ہی کر ڈالا۔ یہ وہ انہونی ہے جو شاید ہٹلر کے دور میں بھی نہ ہوئی ہوگی۔ اور ہلاکو و چنگیز خاں کے دور ظلم و ستم کی کہانیاں بھی اس کے آگے ماند پڑ گئی ہیں۔

ان سب واقعات کے رونما ہونے کے بعد اب یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے رہ جاتی ہے کہ پانچ سو سال پہلے یا بعد میں بابری مسجد کسی مندر کو توڑ کر نہیں بنائی گئی ہے۔ اور یہ سب انگریزوں کا من گھڑت شوشہ ہے جو بھارتیوں کو آپس میں لڑائے رکھنے اور ان کی پالیسی کا ایک

خود ہی اس بات کے کہنے کی ضرورت ہے کہ وہ مسلمان نہیں جو کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کو ختم کرکے اس کی جگہ زور زبردستی یا حکومت کی طاقت کے زعم میں مسجد بنائے۔ اسلام میں یہ گناہ ہے اور پیغمبر اسلام صلعم کی تعلیمات و اخلاق کے منافی ہے۔

کوئی معقول بات جب سننا ہی نہیں چاہتا تو کہنے کی ضرورت ہی نہیں اب تو صرف ہٹ دھرمی باقی رہ گئی ہے۔ اور اس ہٹ دھرمی کے آگے کسی کو اس بات سے بھی سروکار نہیں کہ وہ دماغ لگائے تاریخ پڑھے کہ شری رام چندر جی کی جائے پیدائش جس ایودھیا میں ہوئی کیا یہ وہی جگہ ہے جہاں بابری مسجد واقع ہے، اور ایودھیا جسے تاریخ میں کتنی ہی بار اجڑتے و بستے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ وہ یوپی کی یہی ایودھیا ہے یا وہ سری لنکا میں واقع ہے یا کسی اور جگہ؟ تو جناب نمبردار تاریخیں پڑھنے یا اس کا حوالہ دیکھئے یہ سب فضول سی باتیں ہیں۔ یہ باتیں تو وہاں کام آتی ہیں جہاں حق بات کی کوئی اہمیت ہوتی ہے یا انصاف کی ضرورت کو سمجھا جاتا ہے۔ اپنی ہٹ دھرمی اور اپنا دھرم کی ٹھیکیداری جہاں مقدم ہو وہاں کسی دوسرے کا عقیدہ یا مذہب جائے بھاڑ میں یہ ہیں سب حکمت کی مولی؟

لیکن ہندوستان کے آئین میں جب تک لفظ سیکولرزم باقی ہے۔ اور تمام مذاہب کو مساوی درجہ حاصل ہے۔ ہر فرقہ کو برابر کے حقوق ملے ہوتے ہیں۔ اس وقت تک ہندوستان کی حکومت کو اس ناانصافی اور ہٹ دھرمی کو سختی سے کچلنا ہی ہوگا۔ ورنہ دنیا کے سامنے ہمارے آئین کی کوئی اہمیت ہی باقی نہ رہ پائے گی۔

ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ بابری مسجد کا تالا عدالت کے ذریعہ کھولا گیا مظلوم جب اس بات کی فریاد لے کر عدالت میں جاتے ہیں کہ ان کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے عدالت بابری مسجد کے سلسلے میں اپنا فیصلہ صادر فرمائے تو دوسرا فریق اپنی اکثریتی طاقت کے زعم میں اگر فیصلہ بات اس کے حق میں ہوتی ہے تو اسے وہ فوراً مان کر اس کی دہائی دیتا ہے، لیکن

دوسری بات اس کے خلاف ہونے کے بعد صرف اکثریت ہی کی وجہ سے وہ اسے ماننے سے سراسر انکار کرتا ہے بلکہ پھر وہ عدالت کی کھلی اڑاتے ہوئے اب شردھا اور دھرم کی بات کی رٹ لگانے لگتا ہے اور ببانگ دہل کہتا ہے۔ دھرم اور شردھا کے آگے عدالت کی حیثیت کوئی معنی ہی نہیں رکھتی ہے۔ واہ صاحب واہ! "تا" جب کھلتا ہے تو عدالت کا فیصلہ سر آنکھوں پر، لیکن جب عدالت کے ذریعہ اپنا دعوی صحیح دکھائی نہیں دیتا تو عدالت جائے بھاڑ میں! اسے پوچھتا ہی کون ہے؛ یہ بات تو ایسی ہی ہوئی کہ ایک ہٹ دھرم جاہل نے... لوگوں سے کہا کہ میں نے تین ٹانگوں کا ہاتھی دیکھا ہے لوگوں نے اسے حیرت و استعجاب کے ساتھ سنا اور اسے ایسا ہاتھی دکھانے کے لیے کہا تو جاہل نے ہاتھی دکھایا، اور اس کی چار ٹانگوں میں تین ٹانگیں گننے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو چار ہیں لیکن وہ ایک دو تین ٹانگیں ہی گنتا گیا۔ چوتھی ٹانگ نظر انداز ہی کرتا رہا۔ لوگ اسے بار بار چوتھی ٹانگ دکھاتے رہے لیکن وہ ہر بار تین ہی ٹانگیں کی رٹ لگاتا رہا، اور آخر میں جھلک مار کر اس نے کہہ دیا کہ تم چار ٹانگیں گن رہے ہو، گنو میں تو تین ٹانگیں ہی گنوں گا۔

آخر میں ہم اپنے برادرانِ وطن سے اپیل کریں گے کہ وہ ہٹ دھرمی چھوڑیں حقیقت کو سمجھیں، ہٹ دھرمی سے ملک کی کوئی خدمت یا بھلا نہیں ہوگا۔ کسی کی عبادت گاہ کو اسطرح غصب کر لینا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔ وہ سنجیدگی سے سوچیں، غور کریں۔ شری رام چندر جی ہم سب کے لیے قابلِ احترام ہیں ان کے نام پر انسانیت کا خون نہ بہائیں۔ جس انسان کو پیدا نہیں کیا جا سکتا اسے مارنے کا کسی کو کیا حق ہے؛ بھارت کی آزادی قیمتی ہے اسے حاصل کرنے کے لئے ہندو مسلمان سکھ عیسائی سب نے مل کر قربانی دی ہے۔ بھگت سنگھ اور اشفاق اللہ خاںؒ وغیرہ جیسے آزادی کے شہیدوں ہمارے سامنے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم آزاد بھارت میں مل جل کر اتحاد و اتفاق سے رہیں، ایک دوسرے کے مذاہب و عبادتگاہوں

کا احترام کریں۔ رام جنم بھومی مندر شوق سے بنائیں۔ دوسری جگہ بہت ہے بابری مسجد کو توڑ کر بنانے کا جو شور دھاتا کم رہتی ہے یہ ہر مذہب کے اصول و تعلیمات کے خلاف ہے۔ دوسرے مذہب کو اکھاڑ پھینکنا کسی اچھے مذہب کے لئے زیب نہیں دیتا ہے۔ طاقت سے کوئی مسئلہ حل ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ ایک دوسرے کے جذبات وعقائد کا پاس و خیال رکھتے ہوئے اتفاق و اتحاد اور بھائی چارگی اور محبت کے ساتھ مل بیٹھ کر اس اہم مسئلہ کو سلجھائیں اسی میں ہم سب کی، ملک و قوم کی بہتری عزت اور شان ہے۔

بقیہ تبصرے کا !۔

ومددگار ہے۔ یقیناً عصر حاضر میں مولانا محمد علی پر شائع ہونے والی اکثر کتابوں پر جوہر نامہ سبقت لئے ہوئے ہے۔

ممتاز عالم دین حضرت مولینا حکیم محمد زماں صاحب حسینی مدظلہ العالی نے جوہر نامہ کے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔

"مولینا محمد علی جوہر انتہائی مذہبی ذہن کے اور اسلام پر انتہائی مضبوط عقیدت رکھنے والے شخص تھے جس طرح عظیم رہنماؤں سے سیاسی اور ملکی رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح ان کی مذہبی پختگی اور مذہب سے عقیدت کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے اپنی مذہبی زندگی کو سنواریں، ان کی رواداری اور جدوجہد سے سبق حاصل کریں"

ہماری رائے میں جوہر نامہ کا مطالعہ ہر اردو داں کے لئے از حد دلچسپ اور مفید ہوگا۔ ہر لائبریری میں جوہر نامہ کی موجودگی لائبریری کی زینت میں اضافہ کرے گا۔ انشاء اللہ۔ (ادارہ)